© rasailojaraid.com

کی سیکڑوں سالہ محنتوں کو برباد ہونے سے بچانے کی سعی و کاوش کریں۔
آہ ـــ! کیا غضب ہے ؟ کہ روحانیت کا وہ پُرعظمت قلعہ، ہزاروں اولیائے کرام کی محنت و کاوش اور خود امام طریقت حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ کی نیم شبی دعاؤں سے وجود میں آنے والا وہ ادارہ (دارالعلوم دیوبند) جو کل تک ایشیا میں مسلمانوں کی دینی و ملی عظمت کا پروقار نشان اور علم و روحانیت کا ایک پرعظمت مرکز کہا جاتا تھا اور جس کی آغوش تربیت سے ہزاروں علماء و صلحاء، محدثین مفسرین اور واعظ و خطیب پیدا ہو کر نکلے اور دنیا کے گوشے گوشے میں دین و مذہب، رشد ہدایت اور درس و تدریس کی مسندوں کو روشنی بخشنے کا سبب بنے، وہی بلند مقام دینی ادارہ آج آپس کی رسہ کشی، اختلاف اور مقدمہ بازیوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے، سچ پوچھئے تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ حضرت مفکر ملت اور ایسے ہی سراپا اخلاص بزرگوں کی روحیں تڑپ رہی ہیں، اگر کسی کو وہ کان نصیب ہوں جو روح کی آواز کو سن سکیں، وہ درد مند اور روشن دل میسر ہوں جو اس درد و سوز کرب و تڑپ کو محسوس کر سکیں تو صاف محسوس ہوگا کہ آج حالات کا تقاضہ اور بزرگوں کی روحوں کی پکار یہ ہے کہ اختلافات کی اس بساط کو لپیٹ کر رکھ دیا جائے اور مزید تباہیوں اور بربادیوں سے پہلے ہی کچھ اصلاح و علاج کا سروسامان کر لیا جائے ـــ کیا اس وقت ملت اسلامیہ ہند کی کشتیٔ حیات منجدھار میں ہچکولے نہیں کھا رہی ہے ؟ اور یہ آواز فضاؤں میں، زمین و آسمان میں اور جو در و دیوار سے سنائی نہیں دے رہی ہے ؟ کہ ؎

اک کرب جانگداز ہے اور ناتواں سا دل
طوفاں ہے اور ایک شکستہ سی ناؤ ہے

اس موقع پر جب کہ ہمارے بزرگوں، دانشوروں، علماء اور رہنماؤں اور اکثر دینی اداروں کے سربراہوں نے حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ سے اپنی عقیدت و تعلق کا مظاہرہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا ہے۔ ان کے طرز فکر و عمل کی ستائش کی ہے، ان کے مشن ـــــ اتحاد و اتفاق، باہمی رابط کا تذکرہ بھی تحریر و تقریر میں خوب خوب کیا گیا ہے کیا یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم ادب و احترام کے ساتھ اکابر ملت کی خدمت میں یہ عرض کرنے کی جسارت کریں کہ وقت اور حالات کی نزاکتوں اور دین و شریعت کے عظیم الشان مرکزوں کی زبوں حالی کی طرف خصوصی توجہ فرمائیں ـــــ یہ دینی ادارے صرف ہمارے تعلیمی ادارے ہی نہیں ہیں بلکہ یہ مسلمانان ہند کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کی حیات، ان کی بقاء، ان کی سربلندیوں، ان کے عقائد و اخلاق بلکہ ان کے ایمان و یقین کی ساری کائنات ہی ان اداروں سے وابستہ ہے۔ ظاہر ہے کہ اس حقیقت کا ادراک و احساس ہمارے ملی رہنماؤں، علمائے کرام اور ارباب صحافت سے زیادہ کس کو ہو سکتا ہے ـــــ ؟

کاش ہم سب ہی اپنی مصروفیتوں میں سے وقت نکال کر اس آگ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کریں جو ہمارے دینی ایوانوں اور روحانی مرکزوں کو بھسم کئے دے رہی ہے، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارے شاندار ماضی، ہماری تاریخ اور عمل و کردار کا وہ تاج محل ہی زمین بوس ہوا جا رہا ہے جس کی بنیادوں میں ہزاروں علمائے حق و اولیائے کاملین اور مخلصین ملت کا خونِ دل و جگر شامل ہے ـــــ !

آسمان علم و دانش کی کہکشاں

اکثر ارباب اخلاص اور عمید میاں کی دلی خواہش تھی کہ مفکر ملت نمبر کے اجراء کے موقع پر ایک سیمینار بھی کر لیا جائے جس میں حضرت مفتی صاحب کی شخصیت پر ارباب فکر و دانش اور اہل قلم حضرات تحقیقی و تفصیلی مقالات پڑھیں اور اس طرح حضرت مفتی صاحب پر ایک سنجیدہ علمی و تحقیقی کام کا آغاز ہو جائے جو ان کے شایان شان ہو، اور جس کے ذریعہ حضرت مرحوم کی حیات مبارک کے تمام گوشوں پر روشنی ڈالی جا سکے۔ اس مقصد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے لئے سعید میاں نے کافی سعی و کاوش اور دوڑ بھاگ بھی کی مگر بخت و اتفاق کی دنیا ہی کچھ اور ہوتی ہے بالآخر کئی وجوہ کی بنا پر فیصلہ کیا گیا کہ فی الحال سمینار کو کسی اور مناسب وقت کے لئے اٹھا رکھا جائے اور اس نمبر کے اجراء کے موقع پر اکابر ملت، دانشوروں، مفکروں، اسکالرس اور ارباب فضل و کمال کا اجتماع کر لیا جائے، چنانچہ کافی انتظار کے بعد ۲۹ دسمبر ۱۹۸۷ء کو دہلی کے مشہور و معروف پُرشکوہ ہال ــــــ ایوان غالب ــــــ میں ایک باوقار، سنجیدہ اور ایسا اجتماع منعقد ہوا جس میں دور و نزدیک سے بڑے بڑے علمائے کرام، دانشور، صحافی، ارباب سیاست، اہل ادب، دینی مدارس کے لائق احترام اساتذۂ کرام، دہلی کی مختلف ادبی انجمنوں، علمی اداروں کے سربراہ، سعودی عرب کے قائم مقام سفیر محترم حافظ الموفق اور مصری سفارت خانہ کے اعلیٰ افسران اور راجدھانی کے ہر طبقہ کے معزز شہری شریک تھے اور حقیقت تو یہ ہے کہ علم و دانش، تاریخ و ادب، دین و شریعت، صحافت و سماج، سیاست اور تعلیم و تدریس غرض ہر میدان اور ہر طبقہ کے ارباب فضل و کمال اور اصحاب فکر و دانش اتنی بڑی تعداد میں جمع ہو گئے تھے کہ برادر محترم ڈاکٹر محسن عثمانی کے بقول ــــــ "آسمان علم و دانش کی کہکشاں ایوان غالب میں اتر آئی ہے۔"

آغاز

دہلی کی تاریخی مسجد فتحپوری کے امام حضرت قاری مفتی محمد مکرم صاحب نے تلاوت کلام پاک سے اس اہم اجتماع کا آغاز فرمایا ــــ کفیل الرحمٰن نشاط اور متین امروہوی نے منظوم خراج عقیدت پیش کیا، ملک و ملت کے جانے پہچانے مخلص اور سرگرم رہنما محترم جناب یونس سلیم صاحب نے ہم خدام کی درخواست پر نظامت کے فرائض انجام دئے اور ابتدائی تقریر میں اجتماع کی غرض و غایت بیان فرماتے ہوئے حضرت مفکر ملت کو نہایت پر اثر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دلکش اصحاب انداز میں خراج عقیدت پیش کیا اور ملک و ملت، علم و دین، شریعت و اخلاق اور مختلف گوشہ ہائے حیات میں ان کے کارناموں اور خدمات پر روشنی ڈالی۔

سچ ہے کہ اس اجتماع کو کئی ایک حیثیتوں اور وجوہ کی بنا پر ایک منفرد و بے مثال یادگار اجتماع کہا جاسکتا ہے، سب سے اول تو یہ کہ ہماری تاریخ عزم و عمل، اور عالم اسلام کی فکری قیادت کے ایک روشن ستون اور موجودہ دور میں ملت اسلامیہ عالم کی کشتی فکر و عمل کے ناخدا مفکر اسلام مولانا سید ابو الحسن علی ندوی دامت برکاتہم جیسی بزرگ و محترم شخصیت جو علم و فکر اور روحانیت کے روشن نقوش، اخلاق و شرافت اور وضعداری کے حسین و جمیل پیکر کی حیثیت سے نہ صرف برصغیر ہند و پاک میں ممتاز ہیں بلکہ عرب ممالک، ایشیا، افریقہ، یورپ اور امریکہ کے ملکوں میں بسنے والے لاکھوں کروڑوں انسانوں کے دل کی دھڑکنوں میں جن کے لئے بے حد ادب و احترام کے جذبات موجود ہیں، اپنی گوناگوں مصروفیات، علالت، کمزوری وضعف کے باوجود اس اجتماع کی قیادت و صدارت کے لئے لکھنؤ سے تشریف لائے اور کئی گھنٹے (یعنی پروگرام کے اختتام پذیر ہونے تک تشریف فرما رہے۔ آپ نے اپنے صدارتی خطبہ میں حضرت مفکر ملت کو بھرپور موثر، اور باوقار و وقیع الفاظ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مفتی صاحب کے ملت پر بہت زبردست احسانات ہیں، ان کا تقاضہ ہے کہ ہم ان کی تعلیمات اور ان کے چھوڑے ہوئے نقوش اتحاد و اتفاق پر چلنے کی سعی و کاوش کریں کیونکہ اپنے اسلاف اور بزرگوں کو فراموش کردینا خود اپنی زندگی کو محرومیوں اور تاریکیوں میں مبتلا کردینا ہے۔ خاص طور پر حضرت مفتی صاحب کی چھوڑی ہوئی یادگار ندوۃ المصنفین، ادارۂ برہان، مسلم مجلس مشاورت کو ہر طرح قائم و باقی رکھنے بلکہ ترقی دینے کی جد و جہد اور کوشش کرنا ہم سب کا اولین و اہم ترین فریضہ ہے۔ آپ نے اس اجتماع کے انعقاد پر اظہار مسرت کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ حضرات نے مجھ ناچیز کو یہ اعزاز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بخشا اور محبت کا معاملہ کیا اس کے لئے میں شکر گذار ہوں اور آپ لوگوں کو آپ کی کوشش کی کامیابی پر مبارک باد دیتا ہوں۔

جناب محترم یونس سلیم صاحب نے عزت مآب ڈاکٹر شنکر دیال شرما کا پیغام پڑھ کر سنایا جس میں نائب صدر جمہوریۂ ہند نے حضرت مفتی صاحب کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ ملک کی جنگ آزادی کے دوران مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی کی خدمات ناقابل فراموش ہیں اور ان کا رول خاص طور پر مسلم عوام میں بہت اہم رہا ہے، انھوں نے محبت، رواداری، بھائی چارہ کا جو راستہ دکھایا ہے اس پر چلنا سب کے لئے ضروری ہے اور ہر محب وطن ہندوستانی کی طرف سے مفتی صاحب جیسے مادرِ وطن کے عظیم فرزند کو یہی بہترین خراج عقیدت ہو سکتا ہے، ڈاکٹر صاحب نے مزید فرمایا کہ مسلم عوام پر مفتی صاحب کا بہت اثر تھا اور لاکھوں لوگ ان پر اعتماد کرتے تھے۔ دلی کے میئر مسٹر مہندر سنگھ ساتھی نے بھی اپنے پیغام میں حضرت مفتی صاحب کو خراج عقیدت پیش کیا۔

ہمارے سرپرست و مربی خاص حضرت محترم مولانا حکیم محمد زماں صاحب نے جو اس اجتماع میں شرکت کے لئے کلکتہ سے تشریف لائے تھے، ایک جامع، پرمغز پر اثر مقالہ پڑھا جو ہر اعتبار سے منفرد، دلکش و جامع اور اہم مقالہ تھا اور حضرت مفتی صاحب کی زندگی، مہر و مروت، سادگی، عاجزی، تفقہ فی الدین، تبحر علمی پھر ان کے خاندانی حالات و خصوصیات سب پر محیط تھا۔ مقالہ کو تمام حاضرین نے بہت دلچسپی، احترام اور سنجیدگی سے سنا اور پسند کیا۔ (یہ مقالہ برہان کی اسی اشاعت میں دیا جا رہا ہے)

عزت مآب ڈاکٹر حافظ الموفق قائمقام سعودی سفیر کی تشریف آوری

اس محفل علم و عرفان کے شہ نشین (ڈائس) کی رونق، تابانی، عظمت و رفعت میں ایک خوش اطوار، خوش مزاج، متبسم نوجوان کی دلکش و جاذب نظر اور پر وقار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شخصیت سے بھی مزید اضافہ ہو رہا تھا، حضرت صدر محترم کی بائیں جانب تشریف فرما نوجوان تھے عالم اسلام کے روحانی، دینی احساسات، جذبوں اور عقیدتوں و امنگوں کے امین و محور، حرمین شریفین سے مملکت سعودی عربیہ کے قائمقام سفیر محترم عزت مآب ڈاکٹر حافظ الموفق حفظہ اللہ۔

سچی بات یہ ہے کہ حرمین شریفین سے متعلق اور اس مرکز اسلام سے نسبت رکھنے والے کسی شخص بلکہ کسی ذرہ پر بھی نظر پڑ جاتی ہے تو دل و دماغ ذہن و وجدان، شعور اور روح کی گہرائیاں جو مسرت، بشاشت اور تازگی محسوس کرتی ہیں ان کا اظہار لفظ و بیان زبان قلم کے بس کی بات نہیں ہے، حق تعالیٰ شانہٗ مملکت سعودیہ عربیہ، شاہ فہد بن عبدالعزیز اور ان کی حکومت کو تمام خطروں، یورشوں اور حملوں سے محفوظ و مامون رکھے اور ہر طرح ترقیات عطا فرمائے، اس موقع پر موصوف کی تشریف آوری ہمارے لئے دلی مسرت و شادمانی، افتخار و اعزاز کا باعث ہوئی اور حضرت مفکر ملت کے جذبات اور اخلاص بے کراں کا ایک طرح اعتراف بھی ہوا ہے، حضرت مرحوم ہمیشہ عربوں اور خاص طور پر سعودی عرب کے معاملات سے گہری والہانہ وابستگی اور تعلق و ہمدردی رکھتے تھے۔

اسی طرح سفیر کبیر متحدہ عرب جمہوریہ مصر جو اس محفل علم و دانش کے مہمان خصوصی تھے موصوف اچانک علالت کی وجہ سے خود تشریف نہ لا سکے تو اپنے قونصل جنرل کو اپنا قائمقام بنا کر بھیجا اور ایک موقر بیان بھی حضرت مفتی صاحب اور مفکر ملت نمبر کے سلسلے میں ان کے ہاتھ ارسال فرمایا اور اپنے ملک کی ایک اہم علمی اور ادبی شخصیت کو بھی اجتماع میں شرکت کے لئے بھیجا، ہز ایکسی لینسی سفیر مصر کا یہ بیان، محترم ڈاکٹر محمد السعید صاحب نے پڑھا۔ جس میں حضرت مفکر ملت کی عظیم الشان خدمات کے ساتھ ساتھ مفکر ملت نمبر کے اجراء پر اظہار مسرت کیا گیا تھا۔

اس اجتماع میں حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے جانشین مولانا سالم صاحب قاسمی مہتمم وقف دار العلوم دیوبند نے نہایت عالمانہ انداز میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تقریر فرمائی اور حضرت مفتی صاحب کو قرآن و حدیث کے بتائے ہوئے معیار کے مطابق ایک "مردِ مومن" قرار دیا اور ساتھ ہی اپنے قدیم خاندانی تعلقات کا تذکرہ فرمایا۔ آپ کی تقریر کو حاضرینِ مجلس نے بہت پسند کیا۔ اسی طرح مجلس مشاورت کے صدر محترم ممبر پارلیمنٹ سید شہاب الدین نے اس انداز میں اپنے خیالات کا اظہار کیا کہ محسوس ہو رہا تھا کہ ایک دانشور، ایک عظیم مفکر، ایک بزرگ رہنما اور سراپا اخلاص و شرافت عالمِ دین کی بارگاہ میں نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے گہر افشانی کر رہا ہے۔ خواجہ حسن ثانی نظامی، جماعت اسلامی کے مولانا محمد شفیع مونس، سید حامد صاحب سابق وائس چانسلر علی مسلم یونیورسٹی، سید اوصاف علی صاحب، مسٹر شفیع آگانی وائس چانسلر جواہر لال نہرو یونیورسٹی، مولانا عبدالوحید خلجی قائمقام ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیۃ اہلحدیث کی تقاریر بھی پسند کی گئیں۔ مفتی صاحب کی بیگم حمیدہ قدوائی نے بھی تقریریں فرمائیں —— ہمدرد خلائق محسن طب اور ... کے بہت قدیم و مخلص رفیق عالی جناب الحاج حکیم عبدالحمید صاحب متولی ہمدرد ... سے اس اہم نمبر کی رسم اجراء ادا ہوئی۔

دعا اور شکریہ

آخر میں حضرت صدر محترم نے دعا کرائی اور ... عزیزم ... سلمہ، نجیب الرحمٰن اور دیگر تمام متعلقین اور خود اپنی طرف سے حضرت صدر محترم کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آپ جیسے سرکردہ اربابِ فضل و کمال اور ... محترم ... کی ... تعداد میں تشریف آوری ہم سب کے لئے مسرت، افتخار اور عزت ... ہم آپ کے شکر گذار بھی ہیں اور درخواست بھی کرتے ہیں کہ آئندہ بھی یہ محبت و شفقت ... تعاون ہمیں حاصل رہے گا۔

ناشتہ و عشائیہ

عمید میاں نے اعلان کیا کہ کافی اور ناشتہ کا انتظام کیا گیا ہے ...

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سب حضرات اس میں شرکت فرمائیں، بعد نماز عشاء ندوۃ المصنفین میں ایک پر تکلف عشائیہ ترتیب دیا گیا جس میں بہت سے سرکردہ حضرات نے شرکت فرمائی۔

بحمد اللہ یہ تمام پروگرام بحسن وخوبی انجام پذیر ہوئے اور تمام حضرات نے اس کامیاب پروگرام پر عمید میاں کو مبارکباد دی اور حقیقت یہ ہے کہ اس جد وجہد اور اس نمبر کی اشاعت اور سارے پروگرام میں جو محنت کی اس کے لئے وہ ہم سب ہی کی طرف سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔

ناسپاس گذاری ہوگی اگر اس موقع پر ان تمام لوگوں کا شکریہ ادا نہ کریں جنھوں نے [illegible] مقالات کی تحریر وترتیب، رسم اجراء کے پروگرام اور دیگر تمام امور میں دست [illegible] اکادمی دلی کے جناب سید شریف الحسن نقوی، محترم الحاج حکیم [illegible] سید افتخار حسین صاحب ہمارے دلی شکریہ کے مستحق ہیں۔ ان کی [illegible] میں ارباب فکر ودانش، سفارت خانوں، دینی مدارس اور [illegible] سے رابطہ قائم کرنا، ان کو اجتماع میں آنے کے لئے مدعو کرنا [illegible] ان کے تعاون کے لئے ڈاکٹر محسن عثمانی (جواہر لال نہرو یونیورسٹی) [illegible] بھی ہمارے دلی شکریہ کے مستحق ہیں، حق تعالیٰ شانہ ان سب کو اپنے فضل وکرم سے نوازے اور بہترین اجر عطا فرمائے۔

افسوس ہے کہ برادر محترم جناب جمیل مہدی اپنی شدید علالت کی وجہ سے پروگرام میں شرکت نہ کرسکے اور مولانا قاضی اطہر مبارکپوری اپنی مصروفیت کی وجہ سے تشریف نہ لاسکے۔ یہ امر بھی افسوسناک ہے کہ وقت کی تنگی کی وجہ سے بعض بہت [illegible] کی تقاریر نہ کرائی جاسکیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اورنگ زیب اور سیکولرزم

(۳)

عبدالرؤف ایم، اے ادد ئی کلال سے

چنانچہ اُس کے عہدِ حکومت کے اواخر میں مغل طبقۂ امراء میں مرہٹوں کا تناسب دو اعشاریہ نو فیصد ہوگیا تھا۔ لیکن اورنگ زیب کے دور حکومت کے نصف اول میں مرہٹوں کا تناسب پانچ اعشاریہ پانچ فیصد اور نصف آخر میں سولہ اعشاریہ سات فیصد ہوگیا۔ اِن میں تین ہزاری اور اس سے بلند تر درجات کے منصب دار جو امرار اعظم کے زمرہ میں شمار ہوتے تھے وہ یہ ہیں: راجہ ساہو پسر سمبھاجی ولد سیواجی سات ہزاری، سمبھاجی اور کانہوجی شرکے چھ چھ ہزاری، اَچلاجی نمبالکر، ناگوجی مانے، بہراجی پاندھرے، سوم شنکر، راناجی جنار دھن، جنکوجی، نالوجی، ستواجی دَفلے، نیمتوجی (بعد از قبول اسلام محمد قلی خاں) پانچ پانچ ہزاری، جادون رائے دکنی، داماجی، ہرسوجی، یشونت راؤ، باجی چوان دفلے اور سیاجی چار چار ہزاری نیز دیگر چند مرہٹہ ساڑھے تین ہزاری اور تقریباً تیرہ مرہٹہ تین تین ہزاری منصب دار تھے۔ سیواجی کے بیٹے سمبھاجی اور پوتے ساہو کے علاوہ اُس کے بعض دیگر خویش و اقارب بھی مغل ملازمت اختیار کیے۔ مثلاً مہادجی نمبالکر جو سیواجی کا داماد تھا، اورنگ زیب کے کمانڈر دلیر خاں کے ماتحت مغل منصب دار تھا۔ اِسے سمبھاجی کی ہمشیرِ خاص سکوار بائی عرف سکھو بائی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جو سیواجی کی بیوی سئی بائی کے بطن سے تھی، بیاہی گئی تھی۔ شر کے خاندان کے بھی کئی افراد اورنگ زیب کے منصب دار تھے۔ جبکہ شرکے سیواجی کے سسرالی خاندان کے افراد تھے۔ سیواجی کے داماد مہادجی کا باپ باجاجی نمبالکر بھی شاہی ملازمت اختیار کئے ہوئے تھے۔ جس نے اسلام قبول کرلیا تھا۔

گذشتہ سطور میں جو کچھ عرض کیا گیا اس سے یہ نتیجہ بہ آسانی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ راجپوت اور مرہٹوں کو ملا کر اورنگ زیب کے منصب داروں میں ہندو امرا زبردست اکثریت میں تھے۔ کیونکہ اس کی حکومت کے نصف اول میں چار سو چھیاسی منصب داروں میں ایک سو پانچ یعنی اکیس اعشاریہ چھ فیصد ہندو تھے اور دوسرے دور حکومت میں پانچ سو چھتر امرا میں ایک سو بیاسی یعنی اکتیس اعشاریہ چھ فیصد ہندو اعلیٰ مناصب پر فائز تھے۔ گویا دونوں ادوار میں اوسطاً ستائیس فیصد ہندو امرا تھے۔ اس کے باوجود معاندین اس پر یہ الزام عائد کرتے رہتے ہیں کہ اس نے بیک جنبشِ قلم ہندوؤں کو سرکاری ملازمتوں سے موقوف کر دیا تھا۔ ہماری معلومات کی حد تک اس الزام میں اتنی صداقت ضرور ہے کہ اس نے ۱۶۷۱ء میں صرف یہ حکم صادر کیا تھا کہ محکمۂ مالگذاری سے صرف وہ ہندو منشی (کلرک) دیوان اور عامل جو مرتشی (رشوت خور) ہوں اپنے عہدوں سے برطرف کر دیے جائیں۔ لیکن جلد ہی اس حکم میں یہ ترمیم کر دی گئی کہ محکمہ مالیات میں نصف پیشکار ہندو اور نصف مسلمان رکھے جائیں۔ ظاہر ہے کہ اس فرمان کا مقصد صرف رشوت ستانی کا خاتمہ کرنا تھا نہ کہ کسی قسم کا تعصب و تنگ نظری۔ مؤرخ سر جدو ناتھ سرکار (متوفی ۱۹۵۸ء) معترف ہے کہ اورنگ زیب کی تخت نشینی کے بعد محکمۂ مالگذاری کا سارا نظم و نسق رائے رایان رگھوناتھ[۵] کے سپرد تھا جو نہایت ایماندار اور کاشتکاروں

---

۵ راجہ رگھوناتھ اولاً علامی سعد اللہ خاں شاہجہانی کے انتقال (۷ راپریل ۱۶۵۶ء) سے ۷ رجولائی ۱۶۵۶ء یعنی اس عہدہ پر میر جملہ کی تقرری تک، تین ماہ اور بعد ازاں ۱۶۵۸ء سے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

Accession Number 122976
Date 26.3.91

کا ہمدرد تھا، اورنگ زیب نے اُسے راجہ کے خطاب سے سرفراز کیا۔ لیکن جیسا کہ مؤرخ موصوف کی عادت ہے کہ ایک ہی سانس میں نہایت چابک دستی سے متضاد باتیں کہہ جاتے ہیں پس اورنگ زیب کی اس غیرجانبدارانہ پالیسی پر بھی سردست یہ اتہام عائد کر ہی دیا کہ راجہ رگھوناتھ جین حیات نائب دیوان ہی بنا رہا دیوان اعلیٰ کبھی نہ بن سکا۔ حالانکہ وہ عمر بھر دیوان اعلیٰ کے سارے فرائض انجام دیتا رہا۔[۱] لائق ناظرین کرام کو یاد ہوگا کہ آنجہانی محترمہ اندرا گاندھی کے دورِ حکومت میں پروفیسر نورالحسن صاحب وزیرِ مملکت برائے تعلیم رہ چکے ہیں، وہ محکمۂ تعلیم کو پوری طرح سنبھالے ہوئے تھے مگر موصوف وزیر کابینہ کبھی نہ بن سکے اور قارئین کرام کو یہ بھی یاد ہوگا کہ موصوفہ کی کابینہ میں ایک عرصہ تک کوئی مسلمان وزیر کابینہ کی حیثیت سے شامل نہ تھا۔ جناب سید میر قاسم صاحب کو وزیرِ کابینہ بنانے کے بعد ہی یہ خلا پُر ہوا تھا۔ راجہ رگھوناتھ رایان اور پروفیسر نورالحسن صاحب کی مثال کو سامنے رکھتے ہوئے غور طلب امر یہ ہے کہ جمہوری اور سیکولر ہندوستان کی حکمراں اور مطلق العنان فرمانروائے ہند کی کارکردگی میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ اگر پروفیسر نورالحسن صاحب کے سلسلہ میں کوئی مناسب تاویل کی جاسکتی ہے تو یہ تاویل اورنگ زیب کے حق میں بدرجۂ اولیٰ کی جانی چاہئے کیونکہ وہ ایک مطلق العنان شہنشاہ تھا۔

اورنگ زیب کے ہندو امراء کی تعداد کے مذکورہ بالا اجمالی جائزے کے بعد اس بیان میں کیا صداقت باقی رہ جاتی ہے کہ "اکبر نے راجپوتوں کا تعاون اور ان کی ہمدردیاں حاصل کر کے ان کو حسبِ لیاقت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جین حیات (۱۶۶۳ء تک) نائب دیوان کی حیثیت سے اس اہم ترین محکمہ کے بلاشرکت غیرے تمام فرائض انجام دیتا رہا۔ برائے تفصیل ملاحظہ ہو "مغل ایڈمنسٹریشن" ص ۱۱۰۔۱۱۱ ہندی ایڈیشن، مطبوعہ ۱۹۷۲ء از پروفیسر جدوناتھ سرکار۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اعلیٰ مناصب اور عہدے عطا کیے[عہ] اس کے برخلاف اورنگ زیب نے راجپوتوں سے عداوت پیدا کی اور انھیں نیز دیگر ہندوؤں کو شاہی ملازمتوں سے موقوف کر دیا[۵۳]۔" اور ڈاکٹر آشیرواد ی لال سری واستو سابق صدر شعبۂ تاریخ آگرہ یونیورسٹی نے اورنگ زیب کے بارے میں یہ کہہ کر اپنی بھڑاس نکالی ہے کہ "محمد علی جناح کے ماسوا اورنگ زیب جیسا کوئی دوسرا شخص پیدا نہیں ہوا جس نے اس ملک کے باشندوں کی دو اہم ذاتوں (ہندو اور مسلمانوں) میں تفریق کی خلیج کو اتنا وسیع کیا ہو[۵۴]۔"

سردست اورنگ زیب کے ہمعصر سیواجی کے مسلم افسران و ملازمین اور اس کی مذہبی پالیسی کے ضمن میں بھی اجمالاً عرض کر دینا بے محل نہ ہوگا کیونکہ اس کے بارے میں بظاہر یہ مشہور ہے کہ "وہ سرکاری ملازمین تفویض کرتے وقت مسلمانوں کے ساتھ کسی قسم کا امتیاز روا نہیں رکھتے تھے علی الخصوص انھیں فوج اور جہازی بیڑہ میں ذمہ دار عہدوں پر تعینات کیا کرتے تھے۔ تمام لوگوں کو بلا امتیاز مذہب و ملت اس کی ملازمت حاصل کرنے کے یکساں مواقع فراہم تھے۔ وہ ہندو سادھو سنتوں کے ساتھ مسلم بزرگوں کا بھی یکساں احترام کیا کرتے تھے مسلم رعایا کو مرہٹہ راج میں اپنے عقائد کے مطابق زندگی بسر کرنے میں کوئی خطرہ لاحق نہ تھا جیسا کہ اورنگ زیب کی کٹر مسلم حکومت میں ہندوؤں کے لئے تھا۔ اور اس (سیواجی) کی مذہبی پالیسی نہایت روا دارانہ تھی۔" مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اپنے اس ہیرو

عہ گو یہ جداگانہ بات ہے کہ اس وسیع النظر جہان اسمراٹ اکبر کے امرائے اعظم میں ہمیں صرف ایک راجپوت یعنی راجہ مان سنگھ زمیندار انبیر ہی ہفت ہزاری منصب پر فائز نظر آتا ہے جبکہ "متعصب اور تنگ نظر" اورنگ زیب کے یہاں ہفت ہزاری منصب پر دو راجپوت (جے سنگھ و جسونت سنگھ) اور ایک مرہٹہ یعنی ساہو بیربھا دکھائی دیتے ہیں۔

© rasailojaraid.com